ڈاکٹر قاسم جلال، بطور مترجم: تحقیقی و تنقیدی مطالعہ

ڈاکٹر اجمل مہار**ڈاکٹر گل عباس اعوان*

Abstract

Dr. Qasim Jalal, is a renowned Siraiki and Urdu poet. He is a well known Siraiki critic. His prose work is also appreciated. He is a multi-dimensional writer. This article throws light on his abilities as a translator. He translated the book of Khalil Jibran, "The Prophet". This translation has a nice quality. This brought the Siraiki reader, very near, to the international literature. This article also tells the importance of translation. The article contains the Siraiki translation made by Qasim Jalal. This Siraiki has also been translated into Urdu, by me. Hope this article will explain the importance of Dr. Qasim Jalal's work.

مختلف علوم نے جہاں بہت سے مباحث کو جنم دیا ہے، وہاں، ترجمہ کاری یا ترجمہ نگاری بھی، ادبی حلقوں میں موضوعِ بحث بن چکا ہے۔ ایک طبقہ آج بھی یہ کہتا ہے کہ "Translator are traitors" ۔اس جملے نے جویندگانِ علم کو ایک مرتبہ تو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ اتنی بڑی بات کے بعد، یہ سوال تو فطری طور پر سامنے آیا یہ ترجمہ کیا ہے۔ ترجمہ دراصل، کسی ایک زبان کے متن کو کسی دوسری زبان میں متن کے طور پر پیش کرنا" ہے۔ انگریزی میں، اس کے لئے ٹرانسلیشن کا لفظ مستعمل ہے۔ لاطینی زبان میں اس سے مراد "پار لے جانا ہے" ترجمہ دراصل نقل مکانی نہیں، بلکہ نقل معانی کا عمل ہے۔ عربی میں اسے چار مختلف مطالب میں پیش کیا گیا ہے۔ اِسے، ایک زبان سے دوسری زبان میں نقلمعانی، تفسیر و تعبیر، دیباچہ اور کسی کا تذکرۂ شخصی، کے مطالب میں لیا جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ تراجم کی ہر دور میں ضرورت رہی ہے۔ تراجم اس لئے بھی اہمیت کے حامل ہیں کہ یہ تازہ ہوا کا جھونکا بن کر آتے ہیں۔ ادبی روایت کو نئی زندگی عطا کرتے ہیں اور بادِ صبا کی مانند، کُو بہ کُو، اپنی خوشبو پھیلاتے ہیں۔ ایذرا پاؤنڈ نے ترجمے کی اہمیت اجاگر کرتے ہوئے کہا تھا کہ " ادبی تخلیق کا ایک عظیم دور، ہمیشہ ترجمے کا بھی عظیم دور ہوتا ہے۔(۱)

* پرنسپل گورنمنٹ کالج آف کامرس، کوٹ سلطان لیہ۔

** لیکچرار سرائیکی ایریا سٹڈی سنٹر، بہاالدین زکریا یونیورسٹی ملتان۔

یہ بھی سچ ہے کہ فطرت اپنا ہونا ظاہر کرتی ہے۔ انسان بھی، فطرت کی پیروی میں، نمایاں ہونے کی کوشش کرتا ہے۔ سِول سوسائیٹی، اگر، عالمگیریت کا خواب دیکھتی ہے تو، اس خواب کی تعبیر، دیگر بہت سے عوامل کی طرح، ادب کے پھیلاؤ ہی سے، ممکن ہو سکتی ہے۔ ذرائع آمد و رفت میں سُرعت نے زبانوں کے اختلاط اور ارتباط کے امکانات بڑھا دیے ہیں۔ اس ارتباط و اختلاط کے نتیجے میں میں، مختلف خطوں میں بسنے والے انسانوں کے دُکھ، مسائل، ترقی، ترقی کے اسباب، سب کچھ سامنے آنے لگا ہے۔ روشن خیال حکمرانوں نے بھی عالمی اَمن کا خواب دیکھا۔ اُنہیں محسوس ہوا کہ :

امن واستحکام کے لئے صرف زورِ بازو کافی نہیں، دلوں کو بھی مسّخر کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے محکوم قوموں کی زبان اور ثقافت سے بھی آشنائی ضروری ہے۔ اجنبیت اور مغائرت کو کم کرنے میں، ترجموں کا بڑا ہاتھ ہے۔(۲)

گویا کہ ترجمے سے بہت سے مقاصد حاصل کئے جا سکتے ہیں۔ جن میں :

1. دوسری قوموں کی زبان و ثقافت سے آشنائی۔
2. دوسری قوموں سے اجنبیت کو ختم کرنا۔
3. دِلوں کو مسّخر کرنا۔
4. عالمگیریت کا حصّول

ترجمے کی سب سے بڑی اہمیت یہ ہے کہ یہ ہمیں دوسری قوموں کی زبان و ثقافت سے آشنا کراتا ہے۔ کسی بھی زبان کے ادب کا تجزیہ کرنے سے، اِس زبان کی معاشی، معاشرتی، ذہنی اور فکری ارتقاء کا بڑی حد تک پتا چلتا ہے۔(۳)

شعوری آگہی نے ہر عہد میں، انسان کو دوسرے انسانوں سے قریب ہونے اور قریب رہنے کا درس دیا ہے۔ انسانی آبادی کے پھیلاؤ نے، ایک دوسرے کو سمجھنے کی راہ میں بے شمار رکاوٹیں حائل کر رکھی ہیں۔ انسان ایک دوسرے کے تصورِ حیات، نظام ہائے حکومت، عقائد اور ثقافت کو سمجھے بغیر، ایک دوسرے کے ساتھ، آسودگی سے رہ نہیں پاتے۔ اس کے لئے دوسری قوموں یا لوگوں کے معاشی، معاشرتی، ذہنی اور فکری ارتقاء سے آشنا ہونا ضروری ہے۔ اگر ہم عالمگیریت (Globalization) کے خواہشمند ہیں، اگر ہم دوسروں سے اجنبیت ختم کر کے، اُن کو دِلوں کو مسّخر کرنا چاہتے ہیں تو پھر ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنا ہو گا۔ ایک دوسرے کو سمجھنے کے لئے، دوسروں کی زبان سمجھنی ہو گی۔ اور یہ انسان کے لئے ممکن ہی نہیں وہ دُنیا کی تمام زبانوں کو سیکھ سکے۔ اس مشکل مرحلہ پر، تراجم ہماری مدد کرتے

ہیں۔اس لئے، ایک تخلیق کار کا یہ فرض ہے کہ ترجمے کی طرف توجہ دے۔ سارتر نے کہا تھا کہ "اگر ہم نے لکھنے کا پیشہ اختیار کیا ہے تو پھر ہم میں سے ہر ادیب، ادب کے سامنے جواب دہ ہے۔(۴)

جو لوگ، ٹرانسلیٹر کو (Traitor) یعنی غدار اور ناقل (Imitator) کے القاب سے یاد کرتے ہیں، ترجمہ کی اہمیت سے وہ بھی انکاری نہیں ہوئے۔ وہ جانتے ہیں کہ ترجمہ کاری ہی نے، انسانوں اور قوموں کے درمیان حائل فکری اور نظری دیواروں کو توڑا ہے۔ مترجم دو زبانوں کے درمیان لسانی اور ثقافتی سفیر ہوتا ہے۔ وہ نہ صرف ایک تہذیب کو متعارف کراتا ہے بلکہ قاری کو یہ موقعہ عطا کرتا ہے کہ دونوں تہذیبوں کے درمیان موجود اشتراکات سے لُطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ، دوسری تہذیب کی اعلیٰ اقدار کو اپنا کر، وہاں کے لوگوں کی قربت بھی حاصل کرے۔ لہذا، ترجمہ جس قدر اعلیٰ درجے کا ہوگا، اُس کی اثر پزیری، اُس قدر زیادہ ہوگی۔

تخلیق کار، اپنے عہد کا عکاس ہوتا ہے۔ وہ اپنی تخلیقات میں اپنے عہد کے تصورات، عقائد، حالات اور ماحول کو محفوظ کر لیتا ہے۔ اس کے محسوسات کی حقیقی تصاویر، اس کے الفاظ کے طفیل، اپنی تمام تر رعنائیوں سمیت ہمارے سامنے ہوتی ہے۔ تخلیق کار، دراصل ایک عہد کا ضمیر ہوتا ہے۔ ترجمے کے ذریعے، قاری ایک عہد کی تہذیب کا مطالعہ کر لیتا ہے۔ ترجمہ قوموں کو ترقی یافتہ تہذیبوں کا مطالعہ کرنے کا موقعہ عطا کرتا ہے۔ ترجمہ لاعلمی اور کم علمی کو ختم کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ بغداد کی بیت الحکمہ اور مصر کی دارالحکمہ، ایسی لائبریریاں تھیں، جہاں ایران کے بادشاہوں، بغداد کے عباسی دور کے خلفاؑ اور مصر کے عباسی خلفاء نے بے انتہا دولت خرچ کر کے نہ صرف نامور شہ پاروں کو عربی میں ترجمہ کرایا، بلکہ اپنے علاقوں میں ترجمہ کاری کی پختہ روایت کی بنیاد ڈالی۔

جب ہم اردو اور سرائیکی زبان کے علمی خزانے کی طرف دیکھتے ہیں تو ترجمہ نگاری میں اردو ہمیں تیزی سے سفر کرتی دکھائی دیتی ہے بلکہ یوں کہنا بھی بے جانہ ہوگا کہ اُردو نے اس ضمن میں قابل ذکر ترقی کر لی ہے جہاں تک سرائیکی زبان و ادب کا تعلق ہے تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہاں دیگر بہت سے ادبی کاموں کی طرح ترجمہ نگاری کی بھی بہت زیادہ گنجائش موجود ہے۔

کہا جاتا ہے کہ جو دور تخلیقی ادب کے لحاظ سے عظیم تر ہوتا ہے وہ ترجمے کے لحاظ سے بھی عظیم ہوتا ہے اس لئے کہ ترجمے کے ذریعے ایک زبان دوسری زبان کے مزاج سے آشنا ہوتی ہے نئے لہجے سے لطف اندوز ہوتی ہے نئے جملے تخلیق ہوتے ہیں اور اظہار کی نئی قوتیں راہ پاتی ہیں مترجم لفظ ساز بھی بن جاتا ہے۔ ترجمہ بذات خود ایک علم ہے۔ ہر علوم و فنون کی ترقی کا زینہ ثابت ہوگا۔ جب کمپیوٹر کے باوصف دنیا ایک گلوبل ویلج بنتی جا رہی ہے تو سرائیکی وسیب کو بھی

ادبیات عالم سے آشنا ہونا چاہیے اس کے ساتھ ساتھ سرائیکی اہل قلم پر ماں دھرتی کا یہ فرض ہے کہ وہ ماں دھرتی کی خدمت کریں دوسری زبانوں کے علمی خزانے سرائیکی زبان میں منتقل کریں۔

عالمی ادبیات کے تراجم، لوگوں کو بھی، آفاقی ذہن بنائیں گے۔ لوگ، رنگ و نسل، مذہبی و علاقائی تعصب سے باہر آنا شروع ہو جائیں گے۔ انسانی مشترکہ جذبے، قدریں اور اتحاد و یگانت کے موضوعات سامنے آئیں گے۔ دیگر ممالک میں دالتراجم موجود ہیں، جہاں دیگر قوموں کے نظریات اور افکار کی ترویج کے ساتھ ساتھ اپنی دھرتی کے مزاج و مفاد کے مطابق اُن افکار کی توضیح و توجیح بھی کی جاتی ہے۔

تراجم کے مطالعے سے قارئین میں بھی تخلیقی جذبہ بیدار ہوتا ہے قارئین اپنے افکار و نظریات کی تنگ دنیا سے باہر آتے ہیں۔ خلیل جبران کی "The Prophet" کا پہلا اُردو ترجمہ قاضی عبدالغفار نے ''اس نے کہا'' دوسرا ترجمہ خلیل صحافی نے "مسائل کی جیت" اور حبیب اشعر نے "النبی" کے نام سے کیا ہے۔ ڈاکٹر قاسم جلال نے خلیل جبران کی کتاب The Pophret کا سرائیکی ترجمہ "راز دیاں گالھیں" کے نام سے کیا، خلیل جبران کے تخلیقی کام کو عالمی سطح پر تسلیم کیا گیا ہے اگر اُن کا سرائیکی میں ترجمہ نہ ہوتا تو سرائیکی زبان، آفاقی نظریات کے حامل، اس لکھاری سے کاوشوں سے محروم رہ جاتی۔ قاسم جلال نے سرائیکی ترجمے "راز دیاں گالھیں" کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے خلیل جبران کے تخلیقی ہنر کو اسی طرح برقرار رکھا کہ زبان و بیان کی چاشنی موجود رہے اور تخلیل کا معنوی حسن بھی برقرار رہے۔

ڈاکٹر قاسم جلال نے ''محبت، شادی، بچے، سخاوت، خوراک، دُکھ سکھ، مکان، لباس، خریداری، قانون، جرم و سزا، آزادی دعا، غم، موت وغیرہ جیسے موضوعات پر اس نامور دانشور کے نظریات متعارف کرائے ہیں۔ محنت پر بات کرتے ہوئے خلیل جبران کا کہنا ہے۔

سرائیکی: جڈاں تساں کم کریندے وے تاں ہک بینسری وانگوں ہوندے وے، جیندے پھٹے ہوئے سینے توں لنگھ تے زمانے دیاں سرگوشیاں گاون وچ تبدیل تھی ویندن۔(۵)

ترجمہ: ''جب آپ کام کرتے ہیں تو ایک بانسری کی مانند ہوتے ہیں، جس کے پھٹے ہوئے سینے سے گزر کر، زمانوں کی سرگوشیاں، گیتوں اور نغموں میں بدل جاتی ہیں آپ میں سے کون ہے، جو گونگا، بہرا اور اندھا بن کر جینا چاہے گا''۔(محنت)

ہمارے ہاں شادی کے بعد، لوگ روزمرہ کے معاملات میں مسائل کا شکار ہو جاتے ہیں پسند کی شادیاں، اکثر

ناکام یاکم ازکم بے سُرور ضرور ہو جاتی ہے۔ خلیل جبران کیا حکمت کی بات کرتے ہیں۔

سرائیکی: اپنّادل ہک بئے کوں ڈیو، پر اوندے مالک نہ بنو، ایں سانگوں جو چھڑا حیاتی دا ہتھ ای تہاڈے دلاں کوں آپنْی وَٹھ اِچ رکھ سگدے(۶)

ترجمہ: "اپنادل ایک دوسرے کو ضرور دیں، مگر اپنے دل کا مالک کسی کو نہ بنائیں کیونکہ صرف زندگی (حیاتی) کا ہاتھ ہی (فطرت کا ہاتھ) آپ کے دل کو اپنی گرفت اور قابو میں رکھ سکتا ہے"۔(شادی)

انسان زندگی کی بنیادی حقیقتوں سے اُس وقت آشنا ہوتا ہے جو وہ غم آشنا ہوتا ہے غم سے آشنا ہوئے بغیر انسان گیانی نہیں ہو سکتا، ڈاکٹر قاسم جلال نے کیا خوبصورت جملے ہم تک پہنچائے ہیں۔

سرائیکی: تہاڈا غم اصل وچ کوڑی دوا دا ہک گھُٹ ہے، جیڑھی تہاڈی اندری بیماری کیتے، تہاڈا حکیم، تہاکوں پلیندے۔(۷)

ترجمہ: آپ کا غم، اصل میں ایک کڑوی دوا ہے، جو آپ کا حکیم، آپکو، آپکے اندر کی بیماری، ختم کرنے کے لئے پِلاتا ہے۔(غم)

مذہب، انسان کو تہذیبی زندگی کی اساس مہیا کرتا ہے۔ مذہب انسان کو بربریت سے شائستگی، تحمل اور برد باری کی طرف لاتا ہے، مذہب انسان کی زندگی کی قدم قدم پر رہنمائی کرتا ہے خلیل جبران کا کہنا ہے کہ مذہب:

تساں، جے اللہ دی سنجان چاہندے وے تاں، آپنے آپ کوں، بجھارتاں بُجھن اِچ نہ پھساؤ۔ بلکہ آپنے چارے پاسے ڈیکھو۔ تساں اوکوں آپنے بالاں نال کھیڈدا ڈیکھسو۔ فضا وِچ ڈیکھو، تاں تساں اوکوں جھڑاں وِچ ٹُردے پھردے، بجلی وِچ بانہیں کھُلیندے تے بارش دے نال زمین تے لہندا ڈیکھسو۔ ہا۔ تُساں اوکوں پھُلاں وِچ مُسکدا تے درختاں وِچ شارتاں ڈیندا ڈیسیو۔(۸)

اگر آپ اللہ تعالی کو پہچاننا چاہتے ہیں تو اپنے آپ کو پہیلیوں میں نہ ڈالیں۔ بلکہ اپنے چاروں اَوٹ دیکھیں۔ آپ اُسے اپنے بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھیں گے۔ فضا میں دیکھو، تو وہ آپ کو، بادلوں میں چلتا پھرتا، بجلی میں بانہیں پھیلاتا، بارش کے ساتھ زمین پر اُترتا نظر آئے گا۔ آپ اُسے پھولوں میں مُسکراتا اور درختوں میں اشارے کرتا ہوا، پائیں گے۔(مذہب)

سرائیکی زبان میں ترجمے کی یہ ایک بڑی کتاب ہے اس کتاب میں ایک عظیم دانشور کے خیالات کو سرائیکی زبان میں ترجمہ کر کے پیش کیا گیا ہے ترجمہ اس طرح رواں دواں اور شستہ ہے کہ اگر کوئی شخص اسے ترجمہ جانے بغیر

پڑھے تو اُسے یہ لکھت طبع زاد محسوس ہو گی، اس ترجمے میں، ہر لمحہ، تخلیقی وفور اور تخلیقی قوت محسوس ہوتی ہے۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا ہے کہ اگر مترجم کو دونوں زبانوں پر عبور حاصل ہو۔ وہ دونوں زبانوں کے اسالیب، صنائع بدائع، محاورات، تشبیہات، لسانی پس منظر سے کماحقہ واقف ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مصنف کے مزاج، اور کتاب کے موضوع سے بھی مکمل جانکاری رکھتا ہو۔

ایک زبان سے دوسری زبان میں ترجمہ کرنا بہت مشکل کام ہے۔ اس کے لئے شوق وصلاحیت کے ساتھ ساتھ مشق اور اصولی واقفیت کا ہونا بہت ضروری ہے۔ دونوں زبانوں پر قدرت بھی ہونی چاہیے۔(۹)

"راز دیاں گالھیں"، کو ترجمہ کرنے سے، ڈاکٹر قاسم جلال کے، ایک عالم اور دور اندیش، دانشور ہونے کا یقین ہوتا ہے۔ کیونکہ خلیل جبران، ادب کے عالمی منظر نامہ پر، ایک اہم ادیب کی حیثیت سے جانے جاتے ہیں۔ لبنان کے اس عظیم بیٹے نے، دُنیا میں بسنے والی تمام اقوام کو متاثر کیا۔ اُن کی کتابیں، دُنیا کی مختلف زبانوں میں ترجمہ بھی ہوئی ہیں۔ اُن کا ایک خاص اسلوب ہے۔ کوثر پروین، اس ضمن میں لکھتی ہیں:

جبران کا ایک خاص اسلوب ہے، جو بالکل بائبل کے اسلوب سے ملتا جلتا ہے۔ ادبی رنگ میں جذبات کا جوشیلا اظہار، فطرت نگاری، عشق، موت، ماضی کی یاد اور اپنے اصلی وطن کے لئے تڑپ، جبران کے خاص موضوع ہیں۔ جبران کی ہر کتاب اپنی جگہ پر اہم اور نئے موضوع کی حامل ہے لیکن اس کی تخلیق "The Prophet" اس کا شاہکار ہے۔"(۱۰)

دُکھ اور سُکھ، انسانی زندگی کا حصہ ہیں۔ انسان خوشی کے لمحات میں، بہت سارے حقائق کو نظر انداز کر رہا ہوتا ہے۔ مگر، دُکھ، اس کی آنکھیں کھول دیتا ہے۔ اُسے زندگی کے حقائق سے قریب تر کر دیتا ہے۔ اس موضوع پر خلیل جبران کے افکار کا ترجمہ کرتے ہوئے، ڈاکٹر قاسم جلال لکھتے ہیں:

سرائیکی: ہِک عورت آکھیا،" ساکوں ڈُکھ تے سُکھ دے متعلق کجھ ڈساؤ"۔ بختاور آکھیا: تُہاڈا سُکھ ای تہاڈا ڈُکھ ہے، جیندے منہ توں گھنڈ لہا ڈِتا گئے۔ اوہو کھوہ، جیندے وِچوں تُہاڈے ہاسے نکلدن، اکثر تُہاڈے اِی ہنجواں نال بھریا ہویا ہوندے۔ ایندے سِوا بیا تھی وی کیا سگدے، ڈُکھ دا نشان تہاڈے اندر جتی جھکا ہوندے، اُتی اِی خوشی دی گنجائش تہاڈے اندر زیادہ پیدا تھی ویندے ہے۔ کیا جیڑھے پیالے وچ تہاڈی شراب بھری ہوئی ہے، اوہو پیالہ نئیں، جیڑھا کمبھار دی آوی وِچ پکایا گیا ہئی؟ کیا او بینسری جیڑھی تہاڈی روح کوں سکون ڈیندی ہے، بانس دا او ہو ٹوٹا نئیں، جیندا سینہ چاقواں نال چھلیا گیا ہئی؟(۱۱)

ترجمہ: ایک عورت نے کہا، کہ ہمیں ہمارے دُکھ درد کے بارے بتایئے۔ بختاور نے جواب دیا۔ آپ کا سُکھ ہی، آپ

کاڈ کھ ہے، جس کے چہرے سے پردہ ہٹادیا گیا ہے۔ وہی کنوّاں، جس سے آپکی مسکراہٹیں نکلتی ہیں، اکثر، آپ کے آنسوؤں سے بھرا رہتا ہے۔ اس کے علاوہ اور ہو بھی کیا سکتا ہے۔ دُکھ کا نشان، جس قدر آپ کے اندر گہرا ہو گا، خوشی کی گنجائش، اُس قدر زیادہ ہو گی۔ جس پیالے میں آپ کی شراب بھری ہوئی ہے، کیا یہ وہی پیالہ نہیں ہے، جسے کمہار کی بھٹی میں پکایا گیا ہے۔ کیا وہ بانسری، جو آپکی روح کو تسکین دیتی ہے، بانس کا ٹوٹا ہوا ٹکڑا نہیں ہے، جسے چاقو سے چھیلا گیا ہے۔ (دُکھ اور سُکھ)

اس تحریر سے ہمیں زندگی گزارنے کا درس ملتا ہے۔ دُکھوں کی گھڑی میں، ہمارا، مَن، یہ کہہ کر ہماری حوصلہ افزائی کرتا ہے، کہ وہ برتن، جو ہمیں زندگی فزا، خوراک مہیا کر رہا ہے، ایک مرتبہ کسی بھٹی میں جلا ہے۔ روح کو تسکین پہنچانے والی بانسری، کو چاقو چھیلتے رہے ہیں۔ لہذا، کسی مقام پر پہنچنے کے لئے، ایک مرتبہ آزمائش کی بھٹی سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہی وہ پیغام ہے، جو ہمیں قاسم جلال کے ترجمہ کی وساطت سے پہنچا ہے۔

انسانی زندگی، آفاقی اقدار کا مجموعہ ہے۔ دُنیا کے سارے مذاہب، سارے فلسفی، سارے رِشی، انسان کو اِن آفاقی قدروں سے آشنا کرانے میں، پنا کردار ادا کرتے رہے۔ ان اقدار میں سے، دوستی بھی ایک قدر ہے۔ دوستی کا اصل روپ دکھاتے ہوئے، خلیل جبران کہتا ہے:

سرائیکی: جنّیں ویلھے، او، چُپ ہوندے، اُوں ویلے وی تہاڈا دل اُوندے دل دی گالھ سُنن توں محروم نئیں ہوندا۔ اِیں سانگوں، جو دوستی وِچ ساریاں خواہشاں، ساریاں اُمیداں تے سارے خیال لفظاں توں بغیر پیدا تھیندن۔ جڈن تُساں آپنے دوست توں وِچھڑن لگو تاں تہاکوں مونجھا، نئیں تھیونا چاہیدا۔ اِیں گالھوں جو اوندے وجود وچ جیڑھی شئے ڈاڈھی پیاری ہے، تھی سگدے جو، او، اوندے وچھوڑتے وچ زیادہ روشن تھی ونجے، جیویں پہاڑ، کوہ پیما، کوں وادی توں زیادہ صاف نظر دے۔ **(۱۲)**

ترجمہ: جس وقت وہ چپ ہوتا ہے اس وقت بھی تمہارا دل اس کے دل کی بات سننے سے محروم نہیں ہوتا اس لئے جو دوستی میں ساری خواہشات ساری اُمیدیں اور سارے خیال لفظوں کے بگیر پیدا ہوتے ہیں جب آپ اپنے دوست سے بچھڑنے لگو تو آپ کو غم زدہ نہیں ہونا چاہئے اس وجہ سے جو اس کے وجود میں جو چیز زیادہ پیاری ہے ہو سکتی ہے وہ اس کے بچھڑنے سے زیادہ روشن ہو جائے۔ جیسے پہاڑ کوہ پیما کو وادی سے زیادہ صاف نظر آتا ہے۔ (دوستی)

قاسم جلال فلسفے کی روح اور ترجمے کے مزاج سے واقف ہے اس لیے وہ جبران کے جمالیاتی انداز کو بھی سمجھتے ہیں کیونکہ وہ خود تخلیق کار ہیں

سرائیکی: قسم ہے آپنڑیں جان دی او سارے مسئلے جیڑھے تہاکوں بھاندن یانی بھاندے، محبوب ہن یا مردود ہن۔ تہاڈے وجود دیاں جھکایاں وچ ہن تے تہاکوں بھاکل پئی رکھیندن۔ ہا! او تہاڈے ای نفس دے تَل وچ موجود رہندن۔ جیویں سو جھلا تے اوندا پچھاواں ہمزاد وانگوں کٹھے رہ ویندن۔ جڈاں پچھانواں فنا تھی ویندے تاں سو جھلا ہک بے سوجھلے دا پچھانواں بنڑ ویندے۔ ایہو حال تہاڈی ازادی دا ہے، جڈاں او آپنڑیاں زنجیراں توں ازاد تھیندی ہے تاں وَل آپ ہک وڈی ازادی دی زنجیر بنڑ ویندی ہے۔(۱۳)

ترجمہ: قسم ہے اپنی جان کی وہ سارے مسئلے جو تمہیں پسند ہیں یا ناپسند، محبوب ہیں یا مردود ہیں۔ تمہارے وجود کی گہرائی میں ہیں اور تمہیں گلے لگائی رکھتے ہیں۔ ہاں وہ تمہارے نفس کی گہرائی میں ہیں۔ جیسے روشنی اور سایہ ہمزاد کی طرح اکٹھے رہتے ہیں۔ جب سایہ فنا ہو جاتا ہے تو روشنی ایک اور روشنی کا سایہ بن جاتی ہے۔ یہ صورت حال تمہاری آزادی کی ہے۔(آزادی)

قاسم جلال کی شاعری اور نثر دونوں میں تخلیقات موجود ہیں۔اس وجہ سے انہوں نے خلیل جبران کی نثری شاعری کی خوبی کو ترجمے میں برقرار رکھا۔اُردو میں قاسم جلال کا شعری مجموعہ "رموز عرفان" اور "زہر و تریاق" شائع ہو چکے ہیں۔

سرائیکی: اے نہ آکھو جو میں روح دا رستہ معلوم کر گھدِم بلکہ ایہہ آکھو جو آپنڑے رستے تے ٹُردے ٹُردے میں روح کوں ملیاں ایں واسطے جو روح سارے رستیاں تے ٹردی ہے۔ او کہیں ہکو رستے دی پابند کائنی تے نہ اے سَر دے بوٹے وانگوں جیندی ہے تے روح اپنڑے آپ کوں تر ڑیندی ہے۔ کنول دے اوں پھُل وانگوں جیندیاں پتیاں کوں نئیں گنڑیا ونج سگدا۔(۱۴)

ترجمہ: یہ نہ کہو جو میں نے روح کا راستہ معلوم کر لیا ہے بلکہ یہ کہو جو اپنے راستے پر چلتے چلتے میں روح کو ملا۔اس لئے جو روح سارے راستوں پر چلتی ہے۔ وہ کسی ایک راستے کی پابند نہیں اور نہ ہی سرو کے بوٹے کی طرح جیتی ہے۔ روح اپنے آپ کو چلاتی ہے کنول کے اس پھول کی مانند جس کی پتیوں کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔(نفس کی پہچان)

مختصر یہ کہ ترجمہ رجحانات اور رویے متعارف کرانے کے ساتھ ساتھ، مقامی اور عالمی موضوعات اور ادبی تغیر و تبدل سے قاری کو آشنا کرتا ہے۔ وہ ایک خطے کی وسیع دنیا کو، دوسرے خطے کے وسعتوں سے متعارف کراتا ہے۔ ایک نئی دُنیا، اپنے نئے تجربات سمیت، قاری کے سامنے منکشف ہو رہی ہوتی ہے۔ سرائیکی لکھاریوں میں ڈاکٹر قاسم جلال کو یہ شرف ملا ہے کہ اُنہوں نے ایک عظیم مفکر کے خیالات کا سرائیکی ترجمہ کر کے، ہمیں، اُن کے آفاقی افکار سے مستفید ہونے کا موقع عطا کیا۔

حوالہ جات

1. ابوالفرح ہمایوں، ہدایت نامہ برائے مترجمین، مضمون مشمولہ، ترجمہ کا فن اور روایت، مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس، کراچی سٹی بک پوائنٹ، ص: ۲۳۴
2. شہباز حسین، ترجمہ کی اہمیت، مشمولہ مضمون، ترجمہ کا فن اور روایت، مرتبہ: ڈاکٹر قمر رئیس، کراچی سٹی بک پوائنٹ، ص: ۱۲۴
3. غلام علی الانا، ڈاکٹر، ادب میں تراجم کی اہمیت، مشمولہ مضمون، اردو میں تراجم کے مسائل، (مرتبہ اعجاز احمد راہی)، اسلام آباد، مقتدرہ قومی زبان، 1996ء، ص: ۲۱
4. مذکور، ادب میں تراجم کی اہمیت، ص: ۲۲
5. قاسم جلال، (مترجم)، راز دیاں گاکھیں، ملتان، سیّد الیکٹرک پریس، ۱۹۸۱ء، ص: ۳۵
6. مذکور، ص: ۸۳
7. مذکور، ص: ۲۷
8. مذکور، ص: ۶۰
9. طاہر تونسوی، ڈاکٹر، قاسم جلال ایک کامیاب مترجم، مشمولہ مضمون، قاسم جلال کا فن اور شخصیت، مرتبہ: فدائے اطہر، فنکار اکیڈمی، بہاولپور، ۱۹۸۳ء، ص: ۳۲
10. کوثر پروین، ڈاکٹر قاسم جلال بطور نثر نگار، تحقیقی مقالہ ایم۔ فل اُردو، جی۔ سی۔ یونیورسٹی لاہور، میقات ۲۰۱۴-۱۶ء، ص: ۱۱۸
11. مذکور، ص: ۳۹
12. مذکور، ص: ۴۶، ۶۵
13. مذکور، ص: ۵۷
14. مذکور، ص: ۶۲